محمد سعید اختر☆

علومِ قرآن
قسط۲ (آخری)

قرآن مجید میں نسخ کی بحث

❶ حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوں

اس کی مثال اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے، فرماتی ہیں:

كَانَ فِيمَا أُنزِل مِن القُرآن عَشرُ رَضَعاتٍ مَعلُوماتٍ يُحرِّمْنَ ثُمّ نُسِخْتْ بِخَمسٍ مَعلُوماتٍ فتُوفِّيَ رَسولُ الله ﷺ وهِيَ فيما يُقْرأُ مِن الْقُرْآنِ.

[صحيح مسلم: ۱۴۵۲]

''قرآنِ کریم میں تھا کہ اگر کوئی دس گھونٹ دودھ پی لے تو یہ حرمت میں داخل ہے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ گھونٹ پینا موجبِ حرمت ٹھہرا، پس رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے اور یہ چیز قرآن پاک میں تلاوت کی جاتی تھی۔''

مذکورہ روایت کا جزء اَول عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں جبکہ جزء ثانی خَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ - جو پہلے جزء کا ناسخ ہے- کا حکم باقی اور تلاوت منسوخ ہے۔

سیدنا اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نزلت ثمّ رفعت .[1]

''یہ آیت نازل ہوئی پھر اِس کو اٹھا لیا گیا۔''

امام سیوطی رحمہ اللہ امام مکی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

هذا المثال فيهِ المنسوخ غير متلو والناسخ أيضا غير متلو ولا أعلم له نظير .[2]

''یہ وہ مثال ہے جس میں ناسخ ومنسوخ دونوں غیر متلو ہیں اور میں اس مثال کی کوئی اور نظیر

☆ فاضل كلية الشريعة، مدینہ یونیورسٹی، وسابق متعلّم جامعہ لاہور الاسلامیہ

[1] الإتقان: ۲/ ۴۲.
[2] أيضًا.

نہیں جانتا۔‘‘

اس نوع کی اصل اور بنیاد کے بارے میں کئی ایک دلائل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں صحفِ ابراہیم علیہ السلام، صحفِ موسیٰ علیہ السلام اور دیگر صحیفوں کا بڑی صراحت سے تذکرہ موجود ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى ﴾ [الأعلیٰ: ۱۸،۱۹]

’’یہی بات پہلے صحیفوں میں مرقوم ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں۔‘‘

نیز فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴾ [الشعراء: ۱۹۶]

’’اور اس کی خبر پہلے نبیوں کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کئی صحیفوں کو نازِل فرمایا جن کی تلاوت ہوتی رہی اور اُن پر عمل بھی ہوتا رہا لیکن اب ان صحیفوں میں سے ہمارے پاس تلاوت کیلئے کوئی چیز ہے نہ عمل کرنے کو، لہٰذا معلوم ہوا کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو سکتے ہیں جو عملاً واقع ہوئے ہیں۔

قراءت اور حکم دونوں کے منسوخ ہونے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ جن آیات کا نسخ مقصود تھا انہیں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن سے بالکل بھلا دیا اور وہ کسی کو یاد ہی نہ رہیں۔

چنانچہ سنن بیہقی میں سیدنا اَبو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

’’ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رات کو تہجد کی نماز اَدا کرنے کیلئے اُٹھ کر نماز پڑھنا شروع کی۔ جب اُنہوں نے سورہ فاتحہ کے بعد اُس سورت کو- جسے وہ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے- پڑھنا چاہا تو وہ بالکل یاد ہی نہ آئی اور وہ سوائے بسم اللہ کے کچھ نہ پڑھ سکے۔ صبح اُنہوں نے اس کا ذکر جب دوسرے صحابہ سے کیا تو اُنہوں نے بھی کہا کہ ہمارا بھی یہی حال ہوا، ہمیں بھی وہ سورت ذہن پر زور ڈالنے کے باوجود یاد نہ آئی اور اب وہ ہمارے حافظے میں نہیں ہے۔ سب نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اَقدس میں یہ معاملہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’آج کی شب وہ سورت اُٹھا لی گئی، اس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہو گئے ہیں، حتیٰ کہ جن چیزوں پر وہ لکھی گئی تھی اُن پر اسکے نقوش بھی مٹ گئے، اب وہ باقی نہیں ہیں۔‘‘[1]

---

[1] لباب التأویل في معاني التنزیل: ۱/ ۷۲.

اس مذکورہ فکر کو قرآنِ مجید اس پیرائے میں بیان کرتا ہے:

﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰٓ ۝ إِلَّا مَا شَآءَ اللَّهُ ﴾ [الأعلی: ٦،٧]

''ہم عنقریب تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم اُسے نہیں بھولو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔''

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جیسے اللہ ربُ العزت بھلانا چاہیں، بھلا سکتے ہیں۔ اگر نسیان واقع نہیں ہوا یا آپ ﷺ کی طرف اس کی نسبت جائز نہیں تو پھر قرآن مجید میں اس کا ذکر بے سود ہے جبکہ قرآن کریم میں کوئی بھی چیز فائدہ سے خالی نہیں۔

اس سے یہ نتیجہ بھی اَخذ ہوتا ہے کہ جن آیات و اَحکام کو بھلا دیا گیا ہے اُن کا سرے سے کوئی وجود نہ رہا تو ایسی صورت میں ان کی تلاوت ممکن ہے نہ اُن پر عمل۔[1]

تلاوت اور حکم دونوں کے نسخ کی حکمت

اللہ علیم وحکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے پایاں احسانات ہیں کہ اس کے احکام میں عدمِ حرج، قلتِ تکلیف اور تدریج کی جھلک نمایاں ہے، جن کو فقہِ اِسلامی کے اُصول کہا جاتا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ [البقرة: ١٨٥]

''اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تم پر کوئی تنگی نہیں چاہتا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جن آیات کی تلاوت اور حکم منسوخ کیا ہے، وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر قلتِ تکلیف کے اُصول کے تحت اِحسان ہے۔

❷ تلاوت منسوخ، حکم باقی

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے اَلفاظ کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہو لیکن وہ الفاظ جس حکم پر دلالت کریں اس پر عمل کرنے کا اَمر بدستور قائم ہو۔

نسخ کی اس قسم کا قرآنِ کریم میں وجود اس کے وقوع کی بڑی دلیل ہے۔[2]

اس کے دیگر دلائل درج ذیل ہیں:

---

[1] النّسخ حكمه وأنواعه: ص١٧٨.   [2] أيضًا: ص١٩٠.

① اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ روایت کا دوسرا حصہ محل شاہد ہے، فرماتی ہیں:

كَانَ فِيمَا أُنْزِل مِن القُرآن عَشرُ رَضعاتٍ مَعلُومَاتٍ يُحرِّمْنَ ثُمّ نُسِخْتْ بِخَمسٍ مَعلُوماتٍ فتُوفِّي رَسولُ الله ﷺ وهِيَ فيما يُقْرأُ مِن الْقُرْآن.

[صحيح مسلم: ۱۴۵۲]

''قرآنِ کریم میں تھا کہ اگر کوئی دس گھونٹ دودھ پی لے تو یہ حرمت میں داخل ہے پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور پانچ گھونٹ پینا موجبِ حرمت ٹھہرا، پس رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے اور یہ چیز قرآن پاک میں تلاوت کی جاتی تھی۔''

② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَوْ لَا أن يقُولَ النّاسُ زَادَ عمرُ في كتابِ الله لكتَبتُ آيَةَ الرَّجم بيدي: (الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) فإِنَّا قَد قرَأنَاهَا.

[صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب الشّهادة تكون عند الحاكم]

''اگر مجھے لوگوں کے یہ کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا ہے تو میں آیت رجم (الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) کو اپنے ہاتھ سے (مصحف میں) لکھ دیتا، پس ہم نے تو اسے (نبی کریم ﷺ کے زمانے میں) پڑھا تھا۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دس رضعات اس قسم میں سے ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں، جبکہ پانچ رضعات اس (قسم ثانی) سے ہیں جن کی تلاوت منسوخ لیکن حکم برقرار ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اِمام شافعی اور اَحمد بن حنبل رحمہما اللہ کا عمل بھی اسی اَثر پر ہے اور مجتہدینِ اسلام کا نسخ کی اس قسم پر استدلال اجماعی ہے۔[1]

③ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اَمیر المومنین عمر نے فرمایا:

إِنَّ الله تَعالىٰ بَعثَ محمّدًا ﷺ وَأنزَل عليه الكتابَ، فَكانَ مِمّا أَنزَل عَلَيه آيَة الرَّجم فَقَرأناها وعَقَلنَاها ووَعَيناها، فأخشَىٰ إن طَالَ بالنّاس زَمانٌ أن يقُولَ قَائِل: وَاللهِ مَا نَجدُ آيَةَ الرّجمِ في كتاب الله فيَضِلُّوا بتَركِ فَريضةٍ

[1] المُستَصفىٰ للغزالي: ۱/ ۷۹، أصول السرخسي: ۲/ ۷۸.

أَنزَلَهَا اللهُ والرّجمُ في كتَابِ الله حقٌّ عَلىٰ من زَنىٰ إذا أُحصِنَ من الرِّجَالِ وَالنِّسَآء إذا قَامَتِ البيِّنَةُ أو كان الحَبلُ أوِ الاعترافُ. [صحيح البخاري: ٦٨٣٠]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کومبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل کی اور اس میں آیت رجم بھی نازل کی گئی جس کو ہم نے پڑھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ ایک لمبا عرصہ گزرنے کے بعد لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ ہم کتاب اللہ میں آیت رجم کو نہیں پاتے پس وہ ایک ایسے فرض کوترک کرنے کی بنا پر گمراہ ہوجائیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رجم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس پر ثابت ہے جس نے شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں سے زنا کیا، اس شرط پر کہ اس پر گواہیاں پوری ہو جائیں یا پھر وہ حاملہ ہو جائے یا اِعتراف کر لے۔''

④ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اَصحابِ بئر معونہ کے بارے میں مروی ہے جو شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کے قاتلوں پر بددُعا کیلئے ایک مہینہ قنوت کیا گیا تھا:

ونَزلَ فيهم قرآنٌ قَرَأنَاه حَتّىٰ رُفِعَ: (أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا) [صحيح البخاري: ٢٨٠١]

''ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا (أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا) جس کی ہم نے تلاوت کی حتیٰ کہ اسے بعد میں اُٹھا لیا گیا۔''

تلاوت منسوخ کر کے حکم باقی رکھنے کی حکمت؟

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے اُمت ِمسلمہ کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری بتانا مقصود ہے کہ اس اُمت کے ایسے لوگ بغیر کسی دلیل اور حجت کے صرف ادنیٰ سے اشارہ پر سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، محبوب کے حکم کی تعمیل میں انہیں کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہ بغیر کہے اس کی منشا اور رضا معلوم کر کے جو کرنا ہے کرگزرتے ہیں۔''[1]

③ حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی

نسخ کی یہ قسم قرآنِ مجید میں بکثرت پائی جاتی ہے، اِمام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] لباب التأويل في معاني التنزيل: ١/ ٧٦، الإتقان: ٢/ ٤٧، ٤٨.

''یہ قرآن کریم کی ۶۳ سورتوں میں ہے۔''[1]

نسخ پر لکھی جانے والی کتابیں عموماً اسی قسم پر مشتمل ہیں، اس کی مثالیں اور دلائل حسب ذیل ہیں۔

① ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ [الکافرون:۶]

''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''

سورۃ الکافرون کا یہ جزء منسوخ ہے اگرچہ اس کی تلاوت باقی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین عرب کو دعوتِ اسلام دینے کیلئے مبعوث کیے گئے تھے نہ کہ ان کے اپنے دین پر قائم رہنے پر اپنی رضامندی کے اظہار کیلئے۔ پس ایک خاص حالت میں جب مشرکین غالب تھے اور انہوں نے نہ صرف دعوتِ الٰہی کا انکار کیا بلکہ تمسخر بھی اُڑایا تو اللہ عز وجل کی جانب سے یہ کہا گیا کہ اے رسول ﷺ! آپ ان کافروں سے صاف صاف فرما دیجئے کہ میں نہ تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے۔ پس تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كلّا! فإنه ﷺ ما بعث إلا للمنع فكيف يأذن فيه، ولكن المقصود منه أحد أمور: أحدها: إنّ المقصود التّهديد، كقوله: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾...[2]

''ہرگز نہیں! آپ ﷺ کفر کی چھوٹ کیوں دے سکتے تھے جبکہ آپ کو مبعوث ہی اس سے روکنے کیلئے کیا گیا تھا، اس سے مراد اِن اُمور میں سے کوئی بھی ہوسکتا ہے: ① یہ الفاظ تہدید کے طور پر استعمال ہوئے ہوں، جیسے ارشادِ باری ہے: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ﴾ ......''

② ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرۃ:۱۸۰]

''جب تم میں سے کسی کو موت آ جائے اگر وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر والدین اور اَقربا

---

[1] الإتقان: ۲/ ۴۲.

[2] التفسیر الکبیر: ۳۰/ ۱۴۷.

کیلئے وصیت کرنا فرض قرار دے دیا گیا ہے، یہ حکم متقین پر لازمی ہے۔''

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب وراثت کے احکام نہ اُترے تھے، اس میں ہر شخص کے ذمے یہ فرض قرار دیا گیا کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے ترکہ کے بارے میں وصیت کرے کہ اس کے والدین اور رشتہ داروں کو کتنا کتنا مال تقسیم کیا جائے۔

اہل علم کی ایک کثیر تعداد اس آیت کو منسوخ قرار دیتی ہے۔ اس کی ناسخ آیتِ کریمہ: ﴿ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ﴾ [النّساء: ۱۱] ہے۔ بعض علما کے نزدیک اس آیت کا ناسخ فرمانِ نبوی ﷺ: « لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ » [جامع الترمذی: ۲۱۲۰] ہے۔

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أجمع كل من نحفظ من أهل العلم على أن الوصية للوالدين الذين لا يرثان والأقرباء الذين لا يرثون جائزة.[1]

''تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ صرف اُن والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں وصیت جائز ہے جو وارث نہ بن رہے ہوں۔''

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ وصیت کا وجوب منسوخ ہے اور استحباب باقی ہے۔

مزید برآں! یہ کہ وصیت والی آیت منسوخ ہے لیکن ان والدین اور اقربا کیلئے جو اَسباب منع ارث کے تحت وارث نہ بن رہے ہوں یا وہ ورثا جو کثیر العیال ہوں اور وراثت سے ان کا حصہ کم ہو تو دوسرے ورثا سے موافقت لے کر ان کے حق میں وصیت کا جواز فراہم کرتی ہے۔

③ آیت کریمہ: ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ [البقرۃ: ۱۸۴] منسوخ ہے اور اس کی ناسخ آیت ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرۃ: ۱۸۵] ہے۔

ابتدائے اسلام میں روزوں کی فرضیت میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا جس میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اِختیار تھا لہٰذا جو روزہ نہ رکھنا چاہتا اُس پر اُسکے بدلے میں فدیہ - جو کہ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے برابر تھا - اَدا کرنے کا حکم تھا۔ چنانچہ بعد والی آیت نے

---

[1] حاشية علىٰ روضة النّاظر: ۱/ ۲۳۲.

روزہ رکھنے پر قادر لوگوں کیلئے اس اختیار کو منسوخ کر دیا اور عاجز، بوڑھے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کیلئے اس رُخصت کو برقرار رکھا، جس کی تائید اَحادیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بوڑھے مرد اور عورت روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں لیکن ان کیلئے رخصت تھی کہ وہ چاہیں تو روزہ رکھیں، چاہیں تو روزہ نہ رکھیں اور ہر دن کے بدلے کسی مسکین کو کھانا کھلا دیں، پھر یہ رخصت آیت کریمہ: ﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ سے منسوخ ہو گئی اور اُن بوڑھے مرد وعورت کیلئے برقرار رہی جو روزہ نہ رکھ سکیں۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی کو جب روزہ رکھنا مشکل لگے تو اُن کیلئے بھی یہ رُخصت ہے۔'' [أبو داؤد: ۲۳/۸]

④ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کی طرح روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا کہ رات کو سو جانے سے پہلے پہلے کھانے کی اِجازت تھی، اور اگر کوئی سو گیا تو اس پر کھانا اور بیوی دونوں حرام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ پر قلتِ تکلیف کے پیش نظر اس کو منسوخ کر دیا۔ عمر بن خطاب اور قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہما سے پیش آنے والے واقعات اس ناسخ آیت کے نزول کا سبب بنے: ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ ...... وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

پہلی آیت میں لفظ کما میں حکم اور وصف دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس مذکورہ آیت سے حکم بعینہٖ باقی رہا لیکن وصف منسوخ ہو گیا۔

⑤ آیتِ کریمہ: ﴿ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ﴾ [البقرة: ۱۱۵]

تحویلِ قبلہ والی آیت: ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ﴾ [البقرة: ۱۴۴] سے منسوخ ہے۔

پہلی آیت یہود پر رد کرنے میں محکم ہے جنہوں نے یہ طعن کیا تھا کہ یہ کیسا دین ہے جو لوگوں کے قبلے تبدیل کررہا ہے، لیکن جہتِ قبلہ کے اعتبار سے منسوخ ہے۔

پہلی آیت سواری پر نفلی عبادت کی ادائیگی کی رخصت فراہم کرتی ہے لیکن دوسری آیت فرض نمازوں میں قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے وجوب کا فائدہ دیتی ہے۔[1]

نسخ کی اس نوع کے بارے میں مزید تفصیل کیلئے امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب الإتقان في علوم القرآن، علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی کتاب مناهل العرفان اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب الفوز الكبير في أصول التفسير کا مطالعہ مفید رہیگا۔

حکم منسوخ کر کے تلاوت باقی رکھنے کی حکمت

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① جہاں قرآن مجید کی اس مقصد کے پیشِ نظر تلاوت کی جاتی ہے کہ اَحکام و مسائل کو جانا جائے اور ان پر عمل کیا جائے، وہاں اس کو پڑھنے کا ایک مقصد کلامِ الٰہی ہونا بھی ہے تا کہ اس کی تلاوت کر کے اَجرِ عظیم حاصل کیا جائے، اسی حکمت کے پیشِ نظر حکم منسوخ کر کے تلاوت کو برقرار رکھا گیا۔

② نسخ اکثر و بیشتر احکام میں تخفیف پیدا کرنے کیلئے ہوتا ہے (جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام ہے) لہٰذا منسوخ آیات کی تلاوت کو اس لیے برقرار رکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے پایاں اِنعام و اِکرام اور مشقتوں کو اُٹھا دینے کی یاد دہانی ہوتی رہے۔[2]

اس نوع کی حکمت کے بارے میں علامہ تقی عثمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآنِ مجید میں منسوخ الحکم آیات کو باقی رکھنے میں بہت سی مصلحتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً اس سے احکامِ شریعہ میں تدریج کی حکمت واضح ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے احکام کا پابند بنانے میں کس حکیمانہ طریقے سے کام لیا ہے۔ نیز اس سے شرعی احکام کی تاریخ کا علم ہوتا ہے اور یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر کب اور کیا، کیا حکم نافذ کیا گیا۔''[3]

---

[1] مناهل العرفان: ۲/ ۱۵۹۔
[2] الإتقان: ۲/ ۴۲، النّسخ: حکمه وأنواعه: ص ۵۶۔
[3] علوم القرآن: ص ۱۶۵۔